مبلغ اسلام ناشر مسلک اعلیٰ حضرت

حضرت مولانا محمد **مسیح الرحمن** رضوی دامت برکاتھم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بیلوا آباد پور کی سر زمین خصوصاً علمی ودینی خدمات و کارنامے کے اعتبار سے خشک تسلیم کی جاتی ہے، لیکن سمجھنے والوں کو یہ پتہ نہیں کہ مونگے اور موتیاں سیپ کے پیٹ میں ہی چھپا ہوا ہوتا ہے، ایک ہے دین کی خدمت، دوسری ہے علمی خدمت، یہ قطعہ دونوں اعتبار سے کنگال نہیں ہے، یہ سر زمین بھی اپنے سینے میں ایک سے بڑھ کر ایک در شہوار چھپا رکھی ہیں، آج ایسے ہی ایک دینی و علمی شخصیت سے آپ کو متعارف کرانے جا رہے ہیں، جو خدمت دین و سنت کے اعتبار سے آفاقی حیثیت کے حامل ہیں۔

نام ونسب:

مولانا محمد مسیح الرحمن رضوی ابن محمد یونس علی مرحوم ابن دھن محمد مرحوم ابن مظفر علی سرکار ابن غضنفر علی سرکار۔۔۔۔

تاریخ پیدائش:

آپ جناب یونس علی مرحوم کے گھر میں آدھار کارڈ اور ووٹر آئی ڈی کے مطابق 01\01\1970 میں پیدا ہوئے۔

خاندانی پس منظر:

رکتھار آدھی بستی موضع بیلوا میں واقع ہے، اور آدھی بستی موضع گوبند پور میں ہے، رکتھار کا قدیم نام سرکار ٹولی تھا۔ اسی سرکار برادری سے آپ کا تعلق ہے، اس خاندان کی ٹاٹھ باٹھ ہی کچھ اور تھی، جیسا کہ سرکاروں کا ہوتا تھا، اس خاندان کی تاریخ ذرا لمبی ہے، جو کہ کسی اور موقع پر بیان کیا جائے گا۔

تعلیمی سفر کا آغاز:

آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے اسکول میں ہندی 5 پانچ کلاس تک پڑھی، پھر 6/7 کلاس تک مڈل اسکول ڈھٹہ میں پڑھ پائے تھے، کہ باپ کی بجائے دادا کے ارمان نے کروٹ بدلی، گلشن قلب کی کیاریوں میں ہزاروں تمناؤں کے گل بوٹے کھلنے لگے، جن کی آبیاری کے لئے اسکولی تعلیم بند کرادی، اور مدرسے کی ٹوٹی چٹائی پر بٹھا دیا، دینی تعلیم کا آغاز سراجمنی کے

مدرسہ سے ہوا، جس عمر میں آپ نے مدرسے کی تعلیم کا آغاز کیا،اس عمر میں عموماً روزگار کی تلاش میں لوگ دہلی پنجاب میں جایا کرتے تھے، مگر آپ نے داداجان کی خواہش کی تکمیل کے لئے مدرسے جانا شروع کیا، سراج منی کے مدرسہ میں قاعدہ بغدادی سے لیکر فارسی کی پہلی تک پڑھی، پھر مالاپارہ عالیہ مدرسہ میں وستانیہ چہارم تک پڑھی،یہاں سے اعلی تعلیم کے لئے رخت سفر باندھا،بہار میں ڈوبکی لگائی، سیدھا اعظم گڑھ یوپی میں جا کر سر ابھارے،اور دارالعلوم آفتاب علم عظمت گڑھ میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔

اس مقام پر یہ بات رہ جاتی ہے کہ جب آپ بیرون وطن حصول علم کے ل ئے جانا چاہتے تھے، تواس وقت سنگت نہ ملنے کی وجہ سے پاس کی بستی دھرم ڈانگھی کے ایک دیوبندی مولوی کے ہمراہ دیوبند مدرسے میں جانے کی تیاری کر چکے تھے، لیکن اللہ کا خاص کرم دادی محترمہ کے علالت کی صورت میں ظہور پذیر ہوا، گھر والوں نے روک لیا،چند ایام بعد اہل سنت کے عالم کی سنگت مل گئی،اور اعظم گڑھ پہنچ گ ئے،ورنہ خود تو گمراہ ہوتے اورآج رکستہار کو بھی دیوبندیت کے چپیٹ میں لیکر آجاتا۔
آفتاب علم عظمت گڑھ کی آب وہوااس نہیں آئی،ایک سال گزار کر بوریابستر سمیٹ کر پاس والی بستی جین پور کے مدرسہ انوارالعلوم میں آگے،یہاں بھی ایک سال رہ کر دوسرے برس گورکھپور کے ایک مدرسہ میں چلے گ ئے،یوپی کی ہوااراس نہیں آئی، تو پھر وطن میں مراجعت کی،اور علاقہ ہی میں مدرسہ اشرفیہ اظہارالعلوم حراجحرا سوناپور بارسوئی کٹیہار میں تعلیم حاصل کرنے لگے،ایک سال تک رہے سالانہ نصاب ختم کیا،اور الجامعۃالنظامیہ فیض العلوم ملک پور{دلکولہ} کاشہرہ سنا،وہاں کی دال روٹی چکھنے روانہ ہوگ ئے،یہاں پر بھی ایک برس ہی رہے پھر گوپال گنج مقری ٹولہ کے مدرسے میں رکے،ایک سال یہاں پر بھی رہے، پھر سرکارآسی کے دیارسکندرپور ضلع بلیامیں تین سال رہے۔فیض حاصل کیا۔اور بریلی شریف مرکزی درسگاہ منظراسلام میں ایک سال رہے۔ پھر حضور مفتی اعظم عالم اسلام علیہ الرحمہ کے قائم کردہ ادارہ مظہراسلام بی بی جی مسجد میں ایک سال گزار کر 28ڈسمبر 1988 میں فضیلت کی سندودستارلی۔

ایک قابل ذکر بات:

آپ نے دیکھا کہ مبلغ اسلام ناشر مسلک اعلی حضرت تقریباً ہر سال مدارس تبدیل فرماتے رہے، جس سے کچھ شبہات کا پیدا ہوجانا یقینی ہے، لیکن جب اس بابت دریافت کیا گیا، تو فرمایا کہ اس قدر تبادلہ مدارس کی وجہ یہ ہے کہ ہر سال آبادپور میں انجمن کے زیر تحت بیٹھک ہوتی تھی،اور اس میں حضرت مفتی ظہور حسن رضوی صاحب تمام علاقائی طلباکے امتحان لیتے تھے،اور مدرسوں کی چینجنگ تبدیلی کاحکم وہی فرمایا کرتے تھے،انہیں کے حکم کی تعمیل میں کثرت مدارس میں حصول علمی کی بساط بچھاکرزانوے تلمذ طئے کرنی پڑی۔

چنانچہ مدرسے کی ڈگری کے ساتھ علاوہ ازیں الہ آباد بورڈ سے منشی، مولوی، عالم، اور بہار ایجوکیشنل بورڈ پٹنہ سے وستانیہ فوقانیہ مولوی عالم کی ڈگریاں لیں، اور ممتاز نمبروں سے پاس ہوئے۔

ناموراساتذہ کرام:

کثرت مدارس کے تبادلہ سے واضح ہے کہ اساتذہ کرام کی فہرست بھی طویل ہوگی، مگر یہاں پر خاص خاص اساتذہ کے اسمائے گرامی لکھے جاتے ہیں۔

حضرت علامہ شہاب الدین اشرفی لطیفی علیہ الرحمہ شبجنوی۔

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پورنوی۔

حضرت مولانا قاری طیب عالم آشاپور بنگال۔

حضرت مولانا امام اختر صاحب۔

حضرت علامہ مفتی غلام یٰسین رضوی صاحب۔

حضرت مولانا سجاد عالم رشیدی۔

پیر طریقت رہبر راہ شریعت علامہ عبد الخالق صاحب رضوی۔

حضرت علامہ نعیم اللہ خان رضوی پرنسپل منظر اسلام بریلی شریف

حضرت علامہ سید عارف صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف۔

حضرت علامہ مفتی محمد اعظم نوری صاحب قبلہ۔

مولانا مناظر حسین رضوی صاحب۔

حضرت علامہ مولانا بہاءالمصطفے صاحب۔

حضرت علامہ مولانا محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری۔

حضرت علامہ مولانا محمد انور علی صاحب۔ وغیر ھم

بیعت وارادت:

محی الدین ابوالبرکات معروف بہ مفتی اعظم عالم اسلام مصطفے رضا نوری علیہ الرحمہ۔

دینی خدمات:

بریلی شریف میں فارغ ہونے کے بعد بھی مقیم تھے،ایک دن بارگاہ رضویہ اور مرشد برحق کی پائنتی پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی،اور بارگاہ رب العزت سے دعاگو ہوئے، کہ بارالہ مجھے دین کی خدمت کے لئے ایسی جگہ بھیج جہاں پر میں اسلام و سنیت کی تبلیغ واشاعت کر سکوں،دعا کا اثر دو تین دن ہی میں ہو گیا،پنجاب کے خوب صورت شہر روپڑ معروف بہ روپ نگر میں بریلی و اطراف، گاؤں دیہات کے لوگ بغرض تجارت مقیم تھے،مساجدیں تو تھیں مگر ویران غیر آباد غیر مسلموں کے قبضے میں،البتہ دو یا تین مساجد کھلی تھی،جن میں وہابیہ دیوبندیہ کا قبضہ تھا،اور جن علائق میں یہ مساجد تھیں،اس سے کافی دور شہر کے آخری کنارے پر دریائے ستلج کے ساحل پر ان لوگوں کا رہن سہن تھا،پھر بریلی والے اہل سنت سے تھے،ان کے پیچھے نماز کیسے پڑھ سکتے تھے،اس ل ئے ایک ایسے عالم دین کی ضرورت تھی،جو ان کو پنج وقتہ نماز کے ساتھ ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر بھی توجہ دیں،لہذا آپ کی دعا بارگاہ رب العزت میں مقبول ہوئی،اور روپڑ کے ل ئے روانہ ہوگ ئے۔

روپڑ پر ایک نظر:

روپ نگر ایک تاریخی شہر ہے،اور دریائے ستلج کے کنارے پر آباد ہے،دریائے ستلج ان پانچ دریاؤں میں سے ایک ہے جن کی نسبت سے اس سرزمین کو ،،پنجاب،، کہاجاتا ہے،اس دریا کا پانی موسم گرما میں بھی نہایت یخ بستہ ہوتا ہے،یہ دریا تبت سے نکل کر ہماچل سے گزر کر پنجاب و ہریانہ اور راجستھان کو سیراب کرتا ہے،اس کا پانی کھانے پینے کے علاوہ کھیتوں میں کاشت کاروں کے کام آتا ہے،چنانچہ روپڑ شہر کوئی خاص بڑا نہیں ہے،پنجاب کے مشرقی علاقے میں واقع ہے،اور سمندر تل سے 262 میل{860}کی بلندی پر واقع ہے۔

آزادی ہند اور ملک کے بٹوارے کے وقت پنجاب کے مسلمانوں پر جو آفت کی پہاڑ ٹوٹی تھی،ان کے نشانات روپڑ کے ہر گلی کوچے میں سامان عبرت بنا ہوا ہے، مسلمانوں کے گھروں کے دروازے میں اب بڑے بڑے قفل پڑے ہوئے ہیں،اولیا اللہ کی مزارات کے مجاور بھی غیر مسلم ہی بنے ہوئے ہیں، مساجدیں ویران اور غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں،جن میں یا تو خود رہتے ہیں یا پھر بیل بھیس پال رہے ہیں،ان کی بے حرمتی کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے،بقول حضرت مولانا محمد مسیح الرحمن رضوی آزادی سے قبل شہر بھر میں کل 91 مساجد تھیں،یہ شہر کوئی خاص بڑا نہیں ہے۔2001ء میں اس کی کل آبادی 48165 تھی۔

لیکن ابھی کل چار مساجد کی بازیابی ہوئی ہیں۔ اور وقف بورڈ کے ماتحت ہیں، مگر دیوبندیوں کے قبضہ میں ہے،جبکہ اور چار

نئی مساجد آپ کی محنت و کوشش سے بنی، جو کہ اہل سنت کے ہاتھ میں ہے۔

غرض زوال مسلم کی داستان ہر گلی و محلے میں دیکھنے کو مل جاتے ہیں، مگر ہم کچھ نہیں کر سکتے، سوائے قومی زوال پر ماتم کرنے کے۔

قادری مسجد کا قیام:

آپ روپڑ تو پہنچ گئے مگر یہاں پر نہ مسجد تھی جس میں نماز پڑھاتے اور نہ مدرسہ جس کی مسند پر بیٹھ کر بچوں کو تعلیم دین سے آراستہ و پیراستہ کرتے، یوں ہی دو مہینے بیت گئے، لوگ دن بھر تجارت میں مصروف رہتے، رات تھکے ہارے گھر پر آتے، انہیں لیکر ایک رات کو میٹنگ کیا، طے پایا پہلے مسجد بنائی جائے، سبھی غریب الوطن تھے، مسجد کے لئے جگہ کون دے، اور کہاں سے لیں، کہاں پر مسجد بنائیں، یہ بھی طے پا گیا کہ لب دریائے ستلج جس مقام پر جھوپڑی بنا کر رہنے کی ان لوگوں کو حکومت نے اجازت دی تھی، اسی مقام پر حاکم شہر سے اجازت لیکر مسجد بنائی جائے۔

دوسرے دن چند باثر لوگوں کو لیکر آپ حاکم شہر کی خدمت میں پہنچ گئے، ساتھ میں چند شریف غیر مسلم { سیکھ } بھی تھے، مدعا بیان کیا، اجازت مل گئی، آناً فاناً مسجد کے لئے جگہ کا انتخاب کیا، پہلی جمعہ کی نماز تھی، آپ نے اس دن خطابت کے جوہر دیکھائے، گلستان رضویہ کا ترو تازہ گل تھا، خوشبو روپ نگر اور اطراف میں پھیل گئی، علم میں تازگی تھی، چندے کی اپیل ہوئی، روپیوں کی برسات ہو گئی، گاؤں دیہات کا دورہ کیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک عالی شان پکی مسجد لب دریائے ستلج حویلی کلاں میں تعمیر ہو گئی، اور اللہ اکبر کی لاہوتی صدا سے دشت و جبل گونج اٹھی۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بہر ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے

آزادی ملک کے بعد روپڑ کی سر زمین پر اہل سنت کی یہ پہلی مسجد تھی، جس کی سنگ بنیاد بفیضان اعلی حضرت و حضور مفتی اعظم ہند علیہم الرحمہ مبلغ اسلام ناشر مسلک اعلی حضرت حضرت مولانا محمد مسیح الرحمن رضوی کے ہاتھوں پڑی۔

لہذا یہ سلسلہ تھما نہیں، بلکہ جیسے جیسے آپ کی شہرت اور حکومت سے رسوخ بڑھتی گئی، آپ کی محنت و کوشش اور لگن سے شہر میں اور بھی چار مساجد قائم ہو گئیں۔

مدرسہ قادریہ کا قیام:

چنانچہ جب دریائے ستلج کے کنارے پر آپ نے مسجد تعمیر کر لی، تو اسی مسجد میں صباحیہ تعلیم کے لئے بھی انتظام کر لیا، اور

مدرسے کانام آپ نے مدرسہ قادریہ رکھا،یہ دونوں کارنامے آپ کے ان شاٰاللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک یادگار اور قائم رہیں گے۔

اثر رسوخ:

آپ روپڑ کی سرزمین میں اہل سنت کے پہلے عالم دین تھے، جن کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے دین وسنیت کی خدمت کا کام لیا،اورآج اس سرزمین میں ایک تہائی اہل سنت آباد ہیں،جو کہ بفضل خداوند تعالیٰ آپ ہی کی محنت کا ثمرہ ہے۔

آپ کا تعلق صرف عوام سے نہ تھا،بلکہ آپ کی رسوخ روپڑ کے ڈی آئی جی،ایس ایس پی،و کلاوجج صاحبان سے بھی روابط تھے۔

ایس ایس پی جناب محمد مصطفےٰ سہارنپوری صاحب جو بعد میں ڈی آئی جی بنے،مگّر خان اور صغیر احمد صاحبان ملیر کوٹلہ کے باشندہ تھے،اور روپڑ میں نایب شیشن جج کے پوسٹ پر متمکن تھے،یہ حضرات آپ کی بہت ہی تعظیم اور احترام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک رکشہ والے کی ڈی آئی جی صاحب سے پولیس کی ملازمت کے لئے سفارش کردی، آپ کے احترام میں بلاچوں وچراان کی ملازمت پکی کردی،کچھ دنوں بعد وہ رکشہ والا آپ کی شان میں گستاخی کی، آپ نے کچھ بولا نہیں ،مگر کسی نے جب ڈی آئی جی صاحب سے اس گستاخی کی اطلاع دے دی،جس کے پاداش میں اس گستاخ کو بھاری قیمت چکانی پڑی،بطور سزا تین مہینے کے لئے سسپنڈ کردیا،اوربارے دیگر رکشہ چلانے کا حکم دیا،آپ سے معافی منگوائی ،تب جا کر ملازمت پر بحال کیا۔

ماما بھانجے کے مزار کی مجاوری:

روپڑ میں آپ کو اللہ جلالہٗ نے وہ مقبولیت عطا فرمائی تھی،کہ مسلم ہویا غیر مسلم ہر کوئی لائق صد احترام سمجھتے،ہندو مسلم سکھ سبھی دھرم کے عوام اور گرو آپ کو سلام ٹھوکتے تھے۔روپ نگر اللہ والوں کا شہر ہے،جس کے آثار ومقابر ہر گلی محلے میں چھوٹی بڑی درگاہوں کی صورت میں موجود ہیں۔

شہنشاہ بابا،بابانو گزہ پیر،بندہ شیر علی،شہزادے پیر،زندہ پیر وغیرہ ان سب کے مزارات کی مجاوری غیر مسلم سکھ لوگ کرتے ہیں۔

البتہ شہر کے اندر ماما بھانجے کی درگاہ مشہور ہے،ان کی خدمت کے لئے وقف بورڈ کے اراکین نے آپ کی مقبولیت کو دیکھ کر آپ کو ماما بھانجے کے مزار کا خادم بنادیا،چند برس خدمت انجام دیکر ایک غریب مسلمان کے حوالے کرکے آپ

وطن مالوف میں آگئے۔

اشاعت اہل سنت:

ہندوستان میں چونکہ انگریزوں نے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی،اس لئے اس بات کو معلوم کرنے میں دیر نہیں لگی کہ قوم مسلم پر تادیر حکومت کرنا سہل نہیں ہے،اس پر بدیں صورت حکومت کیا جاسکتا ہے کہ انہیں آپس میں لڑادیا جائے، یعنی،،لڑاؤ اور حکومت کرو،،کی پالیسی کو اپنایا،اور نجد عرب کی ملت شکن اور ایمان کش تحریک وہابیت کو ہندوستان میں لایا،اور ان کی باگڈور چند باثر مسلم خاندان کے چند علمی افراد کے ہاتھوں میں دے دیا۔

ہندوستان میں اس مشن کا سب سے پہلا داعی سید احمد رائے بریلوی اور ان کے استاد مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی عبدالحیٔ بڈھانوی تھے،انہوں نے دین اسلام میں شگاف ڈالنے کے اس مشن پر دل وجان سے عمل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت کا باقی نہ رکھا،اور انگریزوں نے اس کے اس مشن کی خوب آبیاری کی،اوراسے اقطاع ہند کے گوشے گوشے میں پھیلادیا۔

پنجاب بھی انہیں ریاست میں سے ہے،جہاں کے مسلمان پہلے اہل سنت ہی تھے،اور انہیں عقائد واعمال کے حامل تھے ،جو کہ آج بریلوی مسلک کا طرہ امتیاز ہے،غیر مقلد وہابی مولوی ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں۔

امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی{ہندو سکھ وغیرہ}کے مساوی ہے،اسی 80 سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کہا جاتا ہے۔ شمع توحید ص53

یہ صرف امرتسر کی بات نہیں ہے۔ بلکہ پورے پنجاب میں ہی نہیں،سارے ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے قبل ایک بھی وہابی تھا،نہ نام نہاد اہل حدیث غیر مقلد، لہذا روپڑ میں مشہور غیر مقلد عالم عبد اللہ روپڑی نے مسلمانان روپڑ کے عقائد وایمان کو نہ صرف متزلزل کیا،بلکہ بہت سے لوگوں کو غیر مقلد بھی بنادیا،اس نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا،جو قلعہ کے قرب میں تھا، آزادی کے بعد اس شہر میں غیر مقلدین اور دیوبندیہ دونوں یک جان دو قالب بن کر کام کررہے تھے،اہل سنت کے لوگ اگرچہ تھے،مگر ان کی ایک بھی مسجد نہ تھی،جس میں وہ نماز پڑھتے،ایک بھی مدرسہ نہ تھا جس میں اہل سنت کے نونہالوں کو تعلیم دی جاتی تھی،اس لئے روز بروز وہابیوں سے ملاقات پر متاثر ہوتے جارہے تھے، لیکن آپ کی آمد سے یہ سلسلہ بند ہوگیا، جیسے جیسے آپ کا دورا گاؤں دیہات میں ہوتا رہا،اہل سنت کے عوام مذہبی ومسلکی طور پر مضبوط ہوتے گئے،اورآپ کی شخصیت بھی روپ نگر واطراف میں مرکزیت حاصل کرلی،لوگ اپنے دینی ودنیوی معاملات کی تصفیہ کے لئے آپ ہی کے پاس آنے لگے۔

اسلام کی تبلغ:

آپ نے روپڑ میں خدمت دین وسنت کی نہ صرف اشاعت کی بلکہ اسلام کی تبلیغ بھی کیں،اسلام وسنیت کے تئیں آپ کی محنت وکوشش اور کردار واخلاق کی بلندی سے وہاں کے عوام تو عوام مسلم اور غیر مسلم ،بلکہ پنڈت بھی بہت متاثر تھے،بلکہ ایک غیر مسلم نے آپ کے ہاتھوں پر اسلام بھی قبول کیا ہے،اور آج بھی انہیں مرشد کے درجہ تک احترام کرتے ہیں،اس نومسلم سے حقیر کارابطہ ہے،اور ایک مرتبہ پنجاب جانا ہوا تو ان کے گھر میں بھی چند شب بسر کرنے کا اتفاق ہوا ہے، آپ کی عزت وتوقیر نہ صرف پورے شہر روپ نگر کے لوگ کرتے ہیں،بلکہ اطراف وجوانب کے گاؤں دیہات تک کے لوگ آپ کو مرشد تصور کرتے ہیں۔

تدریسی خدمات:

آپ بریلی شریف میں فارغ ہونے کے بعد روپڑ میں چلے گئے،وہیں پر آپ نے قادری مسجد اور مدرسہ قادریہ کی بناڈالی ،اوراسی میں مسلسل 7 برس تک تعلیم بھی دیں،ہر سال ایک مہینہ کے لئے وطن میں تشریف لاتے،1991ء میں جب ایک مہینہ کی تعطیل پر وطن میں تشریف لائے تو اسی دوران حضرت مولانا شمیم القادری سے مل کر ہنگامی طور پر بیلوا میں ایک مدرسے کی بنیاد ڈال دی،مگر بحیثیت مدرس رکے نہیں،1995ء میں روپڑ چھوڑ کر مستقل طور پر جب وطن میں رہنے کی ٹھان لی،اور مسجد ومدرسہ اہالیان وکارکنان کے سپرد کرکے گھر آگئے،تو دارالعلوم غوثیہ سفیلیہ مظہر اسلام بیلوا میں رہنے لگے،اس ادارے میں آپ نے پانچ برس دیئے، اہالیان روپڑ کی نگاہوں میں آپ کے بعد کوئی امام جچا نہیں، تو آپ کو لینے کے لئے حضرت کے وطن میں آگئے،اور باسرار اہالیان روپڑ آپ کو اپنے ہمراہ ساتھ لے گئے،2000ء تک بارے دیگر آپ نے مسجد قادریہ اور مدرسہ کو سنبھالے رہے، مگر پھر آپ گاؤں والوں کے اسرار پر اپنے ہی گاؤں محلہ رکتہار{موضع بیلوا}کے مدرسہ شرافت العلوم میں 3 تین سال دریائے علم کو بہایا،گاؤں والوں کی وفانا کیشی کے سبب سے کبیدہ خاطر ہو کر چند برس تک خدمت معلمی سے برطرف رہے، پھر بارے دیگر حضرت علامہ مولانا محمد علی اکبر رضوی صدر دارالعلوم کی ایماء وضد پر سلسلہ معلمی کی کڑی کو ملایا،اوردارالعلوم مظہر اسلام بیلوا میں تدریسی خدمت پر مامور ہو گئے،تادم تحریر یہیں پر تشنگان علوم نبوی ﷺ کی علمی پیاس بجھارہے ہیں،اور ساتھ سے ٹیلرنگ کا کام بھی کر رہے ہیں۔

محمد ساجد رضا قادری رضوی

بانی: تحریک فیضان لوح وقلم؛ جگناتھ پور{بیلوا} آباد پور بارسوئی کٹیہار بہار